سیرتِ رسول کے عملی پہلو (۴)

بیان مولانا ابوالوفا صاحب

اللہ کے رسول سید الاولین والآخرین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت مقدسہ اتنی پھیلی ہوئی ہے کہ اس کا بیان کرنا بھی مشکل اور اس کا سننا بھی مشکل، اور نہ کوئی بیان کرسکا ہے اور نہ کرسکتا ہے، اگرچہ ایک ایک حال اور آپ کی ایک ایک عادت کتابوں میں لکھی ہوئی ہے؛ لیکن یہ صرف ظاہری زندگی لکھی ہوئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کے تین حصے:

ایک زندگی وہ ہے جس کی ابتدا یہ ہے جس کو بنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "كُنْتُ نَبِيّاً وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ" میرے سر پر اس وقت نبوت کا تاج رکھ دیا گیا تھا اور مجھے خاتم الانبیاء بنادیا گیا تھا، جبکہ حضرت آدمؑ کا پتلہ بھی بن کر تیار نہ ہوا تھا، یہ ابتدا ہوئی اور انتہا اس وقت ہوئی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اماں کی گود میں آئے۔

صدیق اکبرؓ اپنے گھر سے مسجد نبوی کی طرف تشریف لے جارہے تھے، راستے میں ایک صحابیؓ کو بیٹھے ہوئے دیکھا، وہ رو رہے ہیں، سلام کیا، اور پوچھا: "مَا يُصِيْبُكَ يَا أَخِيْ" میرے بھائی تجھے کیا چیز رُلا رہی ہے؟ انہوں نے کہا: میں اپنی پھوٹی قسمت کو رو رہا ہوں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اور ایک حدیث کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا، ہائے! اب میں کس سے پوچھوں؟ پوچھا: بتاؤ کیا ہے؟ کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ: ”کُنتُ نَبِیاً وَآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ“ اس کا مطلب پوچھنا بھول گیا، قال...... کے اعتبار سے ہوں گے، نبی تو وہ جو لوگوں کو خبر پہنچائے، اور آدمی تھے ہی نہیں، پھر کیسے پہنچاتے تھے، میں پوچھنا بھول گیا، صدیق اکبرؓ نے کہا: گھبرائیے نہیں، میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہی سوال کیا تھا کہ جب آپ نبی تھے اور کوئی تھا ہی نہیں، تو آپ نبوت کا کیا کام انجام دیتے ہوں گے، حضور ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا: اس کو سمجھنے کے لیے بھی صدیق اکبرؓ کا سینہ ہونا چاہیے، کہتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا ”أنا نَبِيُّ الْأَنْبِيَاءِ وَأنَا نَبِيُّ الأُمَّةِ“ میں تم لوگوں کا ہی نبی نہیں ہوں؛ بلکہ نبیوں کا بھی کا بھی نبی ہوں، جب تک میں اس عالم میں نہیں آیا تھا، انبیاءِ کرامؑ کو درس نبوت دیتا تھا۔

ایک حصہ زندگی کا وہ ہے جب صدیقِ اکبرؓ نے یہ اعلان کیا تھا: ”مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّداً فَاِنَّ مُحَمَّداً قَدْ مَاتَ“ جو شخص حضور ﷺ کو پوجتا ہو، اسے معلوم ہو جائے کہ حضور ﷺ تو اس دنیا سے تشریف لے گئے، اور اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے، صدیقِ اکبرؓ نے یہ اعلان اُس وقت فرمایا تھا، جب اللہ کے رسول ﷺ دنیا سے پردہ فرما چکے تھے، اس وقت صحابۂ کرامؓ کے اوپر عجیب حالات طاری ہوئے تھے، کوئی کھڑا تھا، کھڑا ہی رہ گیا، کوئی روتا تھا، روتا ہی رہ گیا، کوئی گرا تو بے ہوش ہی ہو گیا۔

تو حضور ﷺ انتقال فرما گئے یہ ہے (سلمان ابوبکر)، اس کی انتہا کوئی نہیں جانتا، قبر میں دفن کر دیے گئے، جس کو حیاۃ النبی ﷺ کہتے ہیں۔

ابوداؤد شریف کی ایک حدیث ہے ”کتاب الجمعہ“ میں کہ جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ

سے زیادہ درود شریف پڑھا کرو؛ کیوں کہ جمعہ کے دن کا درود فوراً مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے، ایک صحابیؓ نے فرمایا: ”أبعد الموت یا رسول اللہ“ کیا آپ کی وفات کے بعد بھی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اِنَّ اللہَ حَرَّمَ عَلَی الْأَرْضِ أن یَّأکُلَ أجْسَادَ الْأنبِیَاءِ عَلَیْہِ السَّلَام“ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کا ایک ذرہ بھی کھاوے، ”فَنَبِيُّ اللہِ حَيٌّ یُرْزَقُ“ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے، اسے روزی پہنچائی جاتی ہے۔

تیسری زندگی

تیسری زندگی وہ ہے درمیان کی زندگی، جو ماں کے گود سے شروع ہوتی ہے اور قبر کی آغوش میں ختم ہوتی ہے۔

اگر کوئی سیرت بیان کرے گا تو صرف ۶۳ سال کی زندگی بیان کر سکے گا؛ حالانکہ آپ کی سیرت بیان کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ کی تینوں زندگیاں بیان کی جائیں، اور یہ ناممکن ہے؛ لہٰذا آپکی سیرت کوئی نہیں لکھ سکتا، اور نہیں بیان کر سکتا۔

اب درمیانی زندگی کے بیان کرنے کے کئی پہلو ہیں، عام طور پر جلسے میں آپ کے فضائل وغیرہ بیان کیے جاتے ہیں؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ آپ کی عملی زندگی بیان کی جائے؛ اس لیے کہ ہم مکلف ہیں کہ آپ کی سنت پر عمل کریں؛ اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کو نہ سیکھیں گے تو ہم بدعات میں پھنس جائیں گے، اور پھر آپ کے طریقہ کے خلاف کبھی راہ پر نہیں آ سکتا، فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ”فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ“ ساری زندگی؛ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے موافق بنائیں گے، تو ایمان دار بنیں گے؛ ورنہ ہر

گز نہیں بنیں گے، اگر کسی نے بالا رادہ حضور ﷺ کے طریقہ کے خلاف زندگی بنائی تو سب نماز روزہ بے کار ہے۔

شفاعت کے انداز نرالے:

ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ہے فرماتے ہیں: جو حضور ﷺ کے طریقہ کے خلاف اپنی زندگی بنائے گا، اس کی نماز قبول نہیں، نہ روزہ قبول، نہ حج، نہ عمرہ؛ حتیٰ کہ کوئی فرض قبول نہیں، کوئی نفل قبول نہیں، اور اسلام سے ایسا صاف نکل جاتا ہے جیسے آٹے میں سے بال، بڑا نقصان یہ ہے کہ جو آپ کی شفاعت سے محروم رہا وہ ہرگز مقبول نہ ہوگا، جب آپ ﷺ کو شفیع المذنبین بنایا گیا تو صحابۂ کرامؓ رونے لگے، حضور ﷺ نے وجہ دریافت فرمائی، کہا: آپ نیک لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے، تو گنہگار کہاں جائیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: "شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ" یعنی گنہگار بھی شفاعت سے محروم نہیں رہیں گے، جس کے لیے شفاعت نہیں ہے وہ یہ ہیں "مَنْ تَرَکَ سُنَّتِیْ لَمْ یَنَلْ شَفَاعَتِیْ، وَ لَمْ یَرِدْ عَلٰی حَوْضِیْ" کن کو شفاعت نہ ہوگی، جو اللہ کے رسول ﷺ کے طریقوں کو مٹائے، اللہ اس کو برداشت نہیں کرتا؛ اس لیے جلسے میں حضور ﷺ کی عملی زندگی بیان کی جائے، آپ ﷺ کی تریسٹھ سالہ زندگی میں چالیس سال وہ ہیں جس میں آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان نہ فرمایا، ۴۰ سال کے بعد آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا، یہ زندگی دو حصوں پر منقسم ہے، ایک مکہ میں تیرہ سال، مدینہ میں دس سالہ زندگی ہے، آپ ﷺ اپنی زندگی کے ان دونوں حصوں سے پہلے بھی نبی تھے؛ لیکن دنیا والوں کو معلوم نہ تھا، اماں کی گود میں آنے کے

بعد پہلا کام یہ کیا تھا کہ آسمان کی طرف اشارہ کیا، پھر دوسری مرتبہ اشارہ کیا، نبوت کے ملنے بعد آپ ﷺ سے اُن دونوں اشاروں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ پہلے اشارے سے میرا مطلب یہ تھا کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے، دوسرے اشارے سے مطلب یہ تھا کہ پوری دنیا کے انسان ایک کلمہ کے نیچے جمع ہوجائیں، جب دنیا میں تشریف لائے تو چند دنوں تک اپنی والدہ کا دودھ پیا، اُس زمانے میں دیہاتوں سے دائی عورتیں آتی تھیں؛ چنانچہ ایک قافلہ میں حلیمہ اوران کے شوہر اور ایک بیٹا تھا، ان کا اونٹ بالکل لاغر تھا، کبھی خود فاقہ کی وجہ سے بے ہوش ہوکر گر جاتی تھیں، جب مکہ میں پہنچیں تو کوئی بچہ نہ ملا، خبر ملی کہ عبداللہ کے گھر ایک یتیم بچہ ہے، شوہر نے انکار کیا؛ لیکن حلیمہ لے آئیں، جوں ہی سینہ سے لگایا، کہتی ہیں: خدا کی قسم! اللہ نے ایسی قوت عطا فرمائی کہ میں قافلہ کی تکلیف بھول گئی، جب سواری پر سوار ہوکر چلیں تو سواری اتنی تیز چلی کہ دس دن آگے چلے جانے والوں کو سے آگے نکل گئیں۔

برکت ہی برکت:

قافلہ والوں نے کہا: کیا بات ہے؟ کیا دوسری سواری ہے؟ کہا: نہیں، جب سے میری گود میں یہ بچہ آیا ہے اتنی برکت ہے کہ جانور کا دودھ بڑھ گیا، اور کہا: جتنے قافلوں پر سے گذری ہوں، سب کو دودھ دے کر آئی ہوں، تم بھی برتن لے کر آؤ؛ چنانچہ سب کو دودھ دیا، جب گھر پہنچی تو وہاں پر قحط تھا، جانوروں کے دودھ خشک ہوچکے تھے؛ لیکن حضرت حلیمہ ؓ کے جانور اسی چراگاہ میں چرنے جاتے تھے، آپ ﷺ کی برکت کی وجہ سے آپ کے جانوروں میں دودھ رہتا تھا، حضرت حلیمہ ؓ فرماتی ہیں: حضور ﷺ جب تک ہمارے گھر

میں رہے، چراغ جلانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، جب ذرا بڑے ہوئے تو رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے گئے، جب شام ہوئی تو رضاعی بھائی نے لکڑیاں جمع کرنا شروع کیں، آپ نے تنکے جمع کرنا کیے، رضاعی بھائی نے پوچھا: کیا کر رہے ہو؟ فرمایا: آپ کیا کر رہے ہو؟ اور پھر فرمایا: ان تنکوں کے بغیر لکڑیاں جمع نہ ہوسکیں گی۔

غربا کی دلداری کا انوکھا انداز:

نبوت کے بعد حضرت حلیمہؓ نے کہا کہ: آپ نے اتنا گھٹیا کام (لکڑیاں جمع کرنا) کیوں کیا؟ جواب دیا تاکہ بچے اس کام سے عار نہ کریں۔

جب مکہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ایک یہودی عورت کے یہاں چند دانق پر نوکری کی، بعد میں آپ نے فرمایا: میں نے یہ کام اس لیے کیا تاکہ کوئی بعد میں اتنا گھٹیا کام کرنے میں عار محسوس نہ کرے، مزدوروں کی تعلیم اس طرح کی کہ خود مزدوروں کی صف میں آکر کھڑے ہو گئے، پھر اتنا ہی نہیں، اس کے ساتھ اور بھی فضائل وکمالات بھی ملیں گے، ایک مرتبہ حضور ﷺ باہر دھوپ میں تشریف لے گئے، اُدھر سے ابوجہل آرہا تھا دیکھا کہ آپ ﷺ پاپیادہ ہیں؛ اس لیے اُس نے اپنی اونٹنی بٹھادی، اور آپ کو پیچھے بٹھادیا، پھر اونٹنی کو اٹھایا، نہ اٹھی، آپ ﷺ نے فرمایا: میں اتر جاتا ہوں، تب اونٹنی چلے گی، چنانچہ آپ ﷺ اترے تو اونٹنی چلنے لگی، پھر بٹھایا تو نہ چلی، آپ ﷺ اتر گئے؛ لیکن ابوجہل نے مناسب نہ سمجھا تو آپ نے فرمایا: مجھے آگے بٹھادیجیے، اونٹنی چلے گی، تو آپ کو آگے بٹھایا، اور اونٹنی چلنے لگی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: ابوجہل سے عقل مند اُس کی اونٹنی تھی کہ وہ شانِ رسالت کو سمجھ گئی۔

تائیدِ غیبی:

ایک مرتبہ مکہ میں کچھ تماشہ ہو رہا تھا، بچے زبردستی آپ کو لے گئے، جب اس کے قریب پہنچے کہ اگر ایک قدم اور آگے بڑھتے تو اس کے باجے کی آواز کان میں پڑ جاتی، اللہ نے آپ کے بدن.......... بتایا، اور گر گئے، بارہ تیرہ بچوں نے مل کر اُٹھایا؛ لیکن اُٹھا نہ سکے، تو اس جگہ بھی اللہ نے آپ کی حفاظت کی، یہ آپ کی قبل از نبوت کی زندگی ہے، اور اس زندگی میں بھی تمام چیزیں ملیں گی، ملازمت بھی، غارِ حرا میں تنہا ہو کر عبادت کرنا، غرض ایک بچہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہے، جوانوں کے لیے بھی، بوڑھوں کے لیے بھی، عورتوں کے لیے بھی۔

بچوں کے ساتھ کھیل:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلے، بچے مٹی کے گھر بنا کر کھیل رہے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھ کر بھاگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیار سے فرمایا: تم بچے ہو کھیلو، بچے آ گئے؛ مگر بچے اس انتظار میں رہے کہ آپ آگے تشریف لے جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: کھیلو! چنانچہ بچے کھیلنے لگے، اور آپ بھی ساتھ...... آخر میں جب بچوں کا دل بھر گیا تو ایک بچے نے مٹی کے گھر کو لات مار کر گرا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: کیا کل نہیں آؤ گے؟

بچوں نے جواب دیا کہ ہاں آپ بھی جلد آجانا، آپ کے ساتھ کھیلنے میں بہت مزہ آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو پھر اس گھر کو کیوں گرادیا؟ جواب دیا کہ: یہ میں نے بنایا ہے، کل آکر دوبارہ بنالیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: تم نے وہ مسئلہ حل کردیا جو تمہارے ماں باپ کے سمجھ میں نہیں آیا کہ قیامت کیا ہے؟ یہی تو ہے کہ اللہ نے مٹی کا گھر بنایا، جب چاہیں گے توڑ دیں گے، اور جب چاہیں گے دوبارہ قائم فرمادیں گے۔

اس سے یہ سمجھ میں آیا کہ بچوں کو کھیلنے دینا چاہیے، اور اس میں بچوں کا خیال رکھا جائے اور ان کو دین کی بات سمجھائی جائے۔

دوسروں کے لیے کمانے کی ترغیب:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوانوں کو بلایا اور فرمایا: تم کیا کرتے ہو؟ جواب دیا کہ نماز پڑھتے ہیں، جہاد کرتے ہیں، فرمایا: تم کماتے ہو یا نہیں؟ جواب دیا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، گھر میں سب کچھ ہے، فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ ضرورت کی وجہ سے کماؤ، جس کو ضرورت نہ ہو وہ دوسروں کے لیے کمائے، چنانچہ دوسرے دن نوجوان نکلے اور لکڑیاں کاٹ کر لائے، اور بیچا اور شام کو آکر ضرورت مندوں کو دے دیا۔

اللہ تعالیٰ نے روزی کے دس حصے کیے ہیں، اس میں سے نو حصے تجارت میں ہیں، اور ایک حصہ۔۔۔۔میں اور باقی دوڑ دھوپ ہے۔

خاتمہ بالخیر کا نسخہ:

بڑے بوڑھے پہنچے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں اور اپنے لیے کچھ دریافت کیا، فرمایا کہ: تم قرآن نہیں پڑھتے، پھر فرمایا: کیا تم نے نہیں پڑھا؟ "وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ" ایک صحابیؓ نے پوچھا کہ خاتمہ بالخیر کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا: "اِنَّکُمْ کَمَا تَحْیَوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَکَمَا تَمُوْتُوْنَ تُحْشَرُوْنَ" جیسی زندگی گذاروگے ویسی موت آئے گی؛ اگر زندگی گذارے نیک کام کرتے ہوئے، تو ان شاء اللہ اچھی موت آئے گی۔

گھریلو کام کاج کی فضیلت:

جب آپ ﷺ نے اپنی چہیتی بیٹی کا حضرت علی مرتضیٰؓ سے نکاح کیا تو آدھی رات کو اُن کے گھر تشریف لے گئے، اور فرمایا کہ: تم علی کی باندی نہیں ہو؛ بلکہ علی تمہیں نکاح کر کے لائے ہیں، ان کے ذمہ تمہارا کھانا ہے، یعنی مرد پر پکا پکا کھانا دینا ضروری ہے؛ لیکن بیٹی تم اپنے درمیان کام تقسیم کرلو، تم گھر کے کام کیا کرو، اور علی باہر کا کام کریں گے، اور بیٹی! دنیا کی عورتوں کو یہ پیغام پہنچا دو، کہ عورت گھر میں جو کام کرے گی وہ سب عبادت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: مرد کے چوٹی کا عمل جہاد ہے، اللہ تعالیٰ مرد کو جہاد کے میدان میں جو ثواب دے گا، عورتوں کو چہار دیواری میں گھر کا کام کرنے میں وہی ثواب دے گا، فرمایا آپ ﷺ نے: عورت نے گھر کا کام کاج کیا عشاء کی نماز پڑھی، اور تھک کر سو گئی اور دوسری عورت تہجد کے لیے اٹھی، اور تہجد پڑھی؛ لیکن فرمایا: میں اس کی شہادت نہیں دیتا کہ اس کی تہجد قبول ہوئی، اور وہ عورت جو تھک کر سوئی ہے وہ خدا کی رحمت میں سوئی ہے، اس کا ہر کروٹ مقبول تہجد ہے۔

تمسک بالسنۃ کا فائدہ:

حضور ﷺ نے عورت کے گھر کی پوری زندگی بتلائی ہے، من جملہ اُن کے زوجین کے حقوق ہیں، یہ حضور ﷺ کی عملی زندگی ہے، آپ ﷺ کی شان رسالت اور شان محبوبیت، اللہ تعالیٰ آپ کو کتنا درجہ دیا یہ صرف اللہ جانتا ہے، اس کو کوئی بیان نہیں کر سکتا، مثلاً حضور ﷺ کی کالی کملی، کہنے کو تو کالی کملی ہے؛ لیکن اس کو قیامت کے دن پھیلائی جائے تو تمام گنہگاروں کو چھپالے؛ اگر اس کا ایک تاگا تھام لیا جائے مغفرت ہو جائے۔

سنت کو ہلکا سمجھنے کی سزا:

حضرات! یہ ایک واضح اور روشن حقیقت ہے کہ خدا کے آخری پیغمبر امام المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا مقصد یہ تھا کہ خدا کے بندے خدا کے رسول ﷺ کے طور طریقوں کی رفتار و کردار کی پوری پوری نقل کریں، خواہ ان اطوار کا تعلق عبادت سے ہو یا معاملات سے ہو یا معاشرت سے ہو، اُس کا دوسرا نام اتباع سنت ہے؛ مگر افسوس در افسوس! یہ ہے کہ ہم نے بعثت محمدی ﷺ کے اس اصل اور اولین مقصد کو اس طرح فرموش کر دیا ہے کہ اس پر عمل کرنا تو کیا، یہ لفظ ہمارے کانوں کے لیے نامانوس سا ہو کر رہ گیا ہے، خدا کے پیارے رسول ﷺ کی پیاری سنتوں پر صرف عمل ہی ترک نہیں کیا ہے؛ بلکہ ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ سنت رسول ﷺ کی عظمت وعصمت

دلوں میں سے کر کے آج ہمارے قلوب اِن سنتوں سے نفرت اور کراہت کرنے لگے ہیں؛ بلکہ خون کے آنسو سے رونے کی حالت تو ان روشن اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کی ہے جو مہذب ہونے کے مدعی ہیں؛ حالانکہ یہ روشن خیالی نہیں؛ بلکہ تاریکی ہے، بقول ایک شاعر کے ؎

نئی روشنی نے اندھیروں میں ڈالا

غضب ہے کہ ظلمت کو سمجھے اجالا

عظمت اقوال رسول:

بہرحال! یہ طبقہ تو آج اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرتے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں، ایسے لوگوں کو ایمان کی خیر منانی چاہیے؛ کیوں کہ شریعت کا مسئلہ ہے کہ دین کی چھوٹی سے چھوٹی بات خواہ وہ ادنیٰ ہی سنت کیوں نہ ہو، اس کی ہنسی اُڑانے سے اور اس کو حقیر سمجھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے، اور کفر لازم آتا ہے، دیکھیے! سلف صالحین کے زمانہ میں سنتِ رسول کی اور اقوال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیسی عظمت تھی، اُس کا اندازہ اس حدیث شریف کے اس واقعہ سے لگائیے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے یہ حدیث بیان کی: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو (نماز کے لیے)، تو آپ کے صاحب زادہ حضرت ۔۔۔۔ نے فرمایا کہ: خدا کی قسم! ہم تو ضرور روکیں گے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ اچھا زمانہ تھا، اب فساد کا زمانہ ہے، حضرت عبداللہؓ غضب ناک ہو گئے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نقل کروں اور تو مقابلہ میں یوں کہتا ہے: ہم روکیں گے، غصہ سے اس قدر بے تاب ہو گئے اور صاحب زادے ۔۔ کو اس قدر برا بھلا سنایا کہ کبھی زندگی بھر اتنا

برا بھلا نہ سنایا تھا، اور غیرت ایمان کے جوش میں وفات تک اس سے بات نہ کی۔

ایک مرتبہ حضرت امام ابو یوسفؒ یہ حدیث بیان کرتے تھے: ”کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یُحِبُّ الدُّبَاءَ“ یعنی حضور ﷺ کدو بہت پسند فرماتے تھے، تو فوراً ایک شاگرد نے جواب میں کہا: ”وَلٰکِنْ لَا اُحِبُّہٗ“ یعنی میں تو کدّو کو پسند نہیں کرتا، تو امام ابو یوسفؒ نے فوراً تلوار نکالی، اور کہا: فوراً توبہ کرو ورنہ قتل کردوں گا؛ کیوں کہ تم نے حضور ﷺ کا ظاہری مقابلہ اور معارضہ کیا ہے، یہ تو عظمتِ اقوال رسول ﷺ کا ایک نمونہ تھا۔

اس درجہ عشق رسول:

آیئے! یہ بھی دیکھیے کہ سلف صالحین کا پابندئ سنتِ رسول ﷺ کا کیا حال تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے کا والہانہ جنون تھا، صرف حالت ہی نہیں؛ بلکہ حضور ﷺ کی اور شرعی آداب کی بھی آپ پوری پابندی کرتے تھے۔

حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں: حجۃ الوداع میں حضور ﷺ کی اونٹنی پر حضور ﷺ کے پیچھے رہتا تھا، آپ عرفات سے مزدلفہ جا رہے تھے، راستہ میں ایک کھائی پر پہنچے، آپ ﷺ کو چھوٹے استنجے کی حاجت تھی، تو آپ نے اونٹنی کو آڑ کرنے کے لیے بٹھادی، اور استنجا فرمایا، پھر میں نے وضو کرایا، پھر آپ سوار ہوئے، اب حضرت عبداللہ کو دیکھیے اس طریقۂ نبوی پر کس طرح عمل کیا ہے، آپ حضور ﷺ کی وفات کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے، ہر سال بلا ناغہ حج کو جاتے تھے، راستے میں جب وہ کھائی آتی تھی جس کے قریب آپ ﷺ نے اُتر کر استنجا فرمایا تھا، آپ بھی باوجود اس کے کہ استنجے کی حاجت نہیں ہوتی تھی؛ مگر محض اتباع سنت

کی نیت سے وہاں اُترتے تھے، اور اونٹنی کو سامنے بٹھاتے تھے، اور استنجا کر کے وضو کر کے اونٹنی پر سوار ہوتے تھے، اور یہ انتظام ہر سال پوری زندگی بھر رہا، ایک دوسرے صحابیؓ جن کا نام زید بن خالد بن...... تھا، انہوں نے چوں کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد سنا تھا، کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے ، بغیر مسواک والی نماز سے ستر درجہ افضل ہے، اور مسواک کی پابندی سنت رسول ﷺ ہے، تو انہوں نے استنجا کی اس سنت پر اس قدر عمل کیا کہ ہمیشہ کان پر مسواک رکھتے تھے، اور کوئی نماز ساری زندگی میں بغیر مسواک کے نہیں پڑھی۔

حجامہ کی سنت پر عمل انوکھا واقعہ:

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے حدیث کی ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام 'مسند احمد' آپ فرماتے ہیں کہ: میں نے کوئی حدیث کتاب میں جمع نہیں کی جب تک اس پر عمل نہ کیا ہو؛ یہاں تک کہ میں نے اُس حدیث کو کتاب میں داخل کرنا چاہا جس میں یہ مضمون تھا کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ضرورت کی وجہ سے پچھنا لگوایا، اور حجام کو ایک درم دیا، تو میں نے بھی پچھنا لگوایا اور حجام کو ایک درم دیا، اگرچہ مجھے پچھنا لگوانے کی ضرورت نہیں تھی ؛ مگر اس حدیث پر عمل کرنے کے لیے اور سنت رسول ﷺ کی اتباع کے لیے، تو اس اتباع سنت کی یہ برکت تھی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت بخشی کہ جب امام احمد بن حنبلؒ کا انتقال ہوا تو تاریخ بتلاتی ہے کہ آپ کے جنازہ کے ہمراہ آٹھ لاکھ آدمی تھے، جنہوں نے آپ کی جنازے کی نماز پڑھی تھی ؛ مگر آج ہم نے ان سنتوں کو معمولی سمجھ کر ترک کر دیا ہے، کہ گویا یہ کوئی سنت ہی نہیں، واللہ! بعض دفعہ ایک چھوٹی سی نیکی انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔

اور دیکھیے! سرکارِ دو عالم ﷺ کی بعثت کا مقصد کیا ہے؟ خود فرماتے ہیں "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ" یعنی میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ عملی زندگی کو سدھاروں؛ چنانچہ آپ ﷺ صحابۂ کرامؓ کی ایسی تربیت فرمائی کہ وہ آسمانِ ہدایت کے چمکتے ستارے بن گئے، فرمایا "أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ" میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے، ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔

آپ ﷺ ایک جمعہ کو خطبہ سے پہلے تشریف لائے، صحابۂ کرامؓ کی یہ عادت تھی کہ حضور ﷺ سے پہلے مسجد پہنچ جاتے تھے، پہلی صف کے ثواب کو حاصل کرنے کے لیے، چنانچہ پہلی صف میں ایک صحابیؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابھی خطبہ میں دیر ہے، میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے اجازت دے دی، کہا: ہمارے چھ بھائی ہیں، سب تندرست جوان ہیں، اور ہم سب دن رات کماتے ہیں؛ مگر ہماری کمائی میں برکت نہیں ہوتی، برکت کا تعویذ دے دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: "لَعَلَّكُمْ تَأْكُلُوْنَ فُرَادىٰ" شاید تم میرا کھانے کا طریقہ بھول گئے، صحابیؓ نے پوچھا، آپ کس طرح کھاتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: میرا طریقہ یہ ہے کہ جب زیادہ کھانے والے ہوں تو سب ہاتھ ایک برتن میں پڑے، اور الگ الگ پلیٹ میں کھانا یہ غیروں کا طریقہ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا ہے، جو میرے طریقہ کے خلاف کھائے گا، اس کی کمائی میں برکت نہیں ہوگی؛ اگر اُس جگہ ہوتے تو کہتے کہ: حضور ﷺ! ہم ایک ساتھ کھائیں گے؛ مگر برکت کا تعویذ دے دیجیے، مگر اس صحابیؓ نے کچھ نہ مانگا، نماز کے بعد سیدھے گھر گئے، اور جب حضور ﷺ

تشریف لائے تو کہا کہ: آپ نے مجھ کو پہچانا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! صحابیؓ نے کہا ہم سب ایک ساتھ کھاتے ہیں اور اب ہم نے رات کو کمانا چھوڑ دیا، اور دن کو ایک دو ساعت آرام کرتے ہیں؛ لیکن اُس میں اتنی برکت ہے کہ اب گھر میں رکھنے کی جگہ نہیں ہے، اب میں نے کاہے کے لیے یہ مثال دی ہے، یہ عملی زندگی ہے؛ اگر کسی نے اُسکو عمداً چھوڑ دیا تو امکان ہے کہ شفاعت حاصل نہ ہو، اور اگر بھول کر چھوڑے گا تب بھی برکت نہ ہوگی۔

ایک اور مثال دوں، وہ مثال ایسی دینا چاہتا ہوں کہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کو شامل ہو، مثلاً آج مصیبت ہے کہ مسلمان مرد اور عورتیں اور غیر مسلم مرد اور عورتیں سب جنات اور بھوت کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں، کیا حضور ﷺ کی زندگی میں اُس کا حل بتایا گیا ہے؟ بے شک بتایا گیا ہے آیۃ الکرسی پڑھ کر پھونک دے، لیکن غیر مسلم آیۃ الکرسی کس طرح پڑھے، لیکن حضور ﷺ نے ایسا طریقہ بتلایا کہ وہ سرے سے آوے ہی نہیں۔

شام کے وقت بچوں کی حفاظت کیسے کریں:

حضور ﷺ کے پاس عورتیں اپنے بچوں کو لے کر آتی تھیں، حضور ﷺ ان بچوں پر پھونک دیتے تھے، حضور ﷺ نے ایک دن فرمایا: آج ایسا طریقہ بتلاتا ہوں کہ جنات سرے سے لگے ہی نہیں، اللہ نے انسانوں کو ابادی میں بسایا ہے، اور جناتوں کو ویرانوں میں بسایا ہے؛ مگر کبھی وہ آبادی میں شکار کے لیے آجاتے ہیں، جیسے انسان صحراء میں جاتے ہیں؛ لیکن اللہ نے انکے آنے کا ایک خاص وقت مقرر کر دیا ہے، اور ان کے سوار ہونے کا ایک خاص طریقہ ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے نے فرمایا: شام کو تمہارے جانور چر کر آتے

ہیں وہی وقت ہوتا ہے شیطان کے آنے کا، جب شام کا وقت ہو جائے تو بچوں کو لے کر باہر نہ جایا کرو، اور سورج غروب ہونے کے ایک گھنٹہ بعد تک اس طرح کروگے تو کسی کو آسیب نہ لگے گا، شیطان پہلے بچوں پر سوار ہوتے ہیں، اور بچوں پر سوار ہو کر گھر میں آ جائیں گے، اور پھر بڑوں پر لگے گا، اگر اس عملی زندگی پر عمل کرے گا فائدہ ہو جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں شادی ہے بیاہ ہے، غمی ہے، تہوار ہے، ان تینوں میں انسان بھول جاتا ہے، شادی بیاہ عبادات کی قسم میں سے ہے، معاملات ......اور معاملات میں انسان کو اختیار ہے؛ لیکن نماز میں اختیار نہیں، ایسے ہی نکاح ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ" کچھ صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں باہر تشریف لے گئے تھے، تو امہات المؤمنین سے آپ کی کچھ طریق زندگی کو سیکھا کہ وہ گھر میں آتے ہیں، باتیں کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ، صحابہؓ نے اس کو کم سمجھا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو چکے ہیں، اور ہماری یہ حالت نہیں، لہٰذا ہم سب دن رات اللہ کی عبادت کریں گے، چنانچہ تین دن تک اللہ کی عبادت کرتے رہے، ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مجلس میں حاضر نہ ہونے کی وجہ پوچھی، صحابہؓ نے جواب دیا کہ وہ تو ولی بن گئے، بیوی بچے چھوڑ دیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور دروازہ کھلوایا اور فرمایا: میں نکاح بھی کرتا ہوں، کھاتا بھی ہوں "فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ کے ساتھ ہے،

حضرت علیؓ سے اسی دن فرمایا کہ آج تمہارے ساتھ فاطمہ کا نکاح کر دیں گے، اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: بیٹی! آج تمہارا علی سے نکاح ہے، کچھ کپڑے دھولو، حضورﷺ نے اس سے یہ مثال قائم کی کہ اتنی سادگی کے ساتھ نکاح کیا، حضورﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: علی کچھ ہے؟ فرمایا کچھ نہیں، کچھ کھانے کا، فرمایا کچھ نہیں، فرمایا کچھ نہیں، آخر میں گھوڑا ہے، تلوار ہے، اور لکڑی کا ٹوٹا پھوٹا پیالہ ہے، حضورﷺ نے فرمایا: گھوڑا اور تلوار تو جہاد کے لیے ہے، اور پیالے کو تین درم میں نیلام کر دیا، فرمایا کہ کچھ پیسوں کو رکھ لو، اُس سے دلہن کے لیے خوشبو آئے گی، اور بقیہ کا 'جَو' خرید لو۔

نکاح میں عمر کا تناسب:

اُس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا پیغام آیا تھا؛ لیکن عمر میں تناسب نہیں تھا، حضرت علیؓ کی عمر مناسب تھی، اس لیے نکاح حضرت علیؓ سے ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ زوجین کے درمیان عمر کا تناسب ہونا چاہئے۔

شام کے وقت دو چار آدمیوں کو بلالیا، تمام برادریوں کو نہیں بلایا، جیسے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے نکاح کیا اور حضورﷺ کو خبر نہ کی، اس سے سادگی معلوم ہوئی نکاح کے بارے میں، حضورﷺ نے فرمایا: ''اِنَّ أَعْظَمَ النِّکَاحِ بَرَکَۃً أَیْسَرُہٗ مُؤْنَۃً'' جس میں کم خرچ ہو اس نکاح میں بڑی برکت ہے۔

غمی میں بھی حضورﷺ کے طریقے کو یاد رکھنا چاہیے، ایصالِ ثواب برحق ہے؛ لیکن ایصالِ ثواب میں بہت سارے طریقے ہیں، حضورﷺ نے اس میں سے وہ طریقہ پسند

فرمایا ہے کو صدقۂ جاریہ ہو، جیسے مکتب میں سیپارے دے دیا، اور مسجد میں قرآن دے دیا، ؛لیکن برادری کی دعوت اس کا کہیں ثبوت نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ازواج مطہرات سے پوچھا گیا کہ تم میت کے گھر جاتی تھیں، فرمایا: ہاں! مرد، مردوں میں جاتے تھے، اور ہم عورتوں میں جاتی تھیں، اور جب میت کو لے جاتے تو ہم فوراً واپس آ جاتی تھیں، اور وہاں کھانے کو حرام سمجھتیں، جس طرح نوحہ کو حرام سمجھتے ہیں؛ بلکہ میت کے گھر والوں کے لیے کھانا پکا کر کھلانا چاہیے، اور آج کل معاملہ بالکل برعکس ہے۔

یہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی زندگی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھوٹی چھوٹی سنتوں نے انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

تحیۃ الوضو کی برکت:

دیکھیے! حدیث شریف میں ہے، ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بتلاؤ اے بلال! آخر آپ اسلام میں کی عمل کرتے ہو کہ جب میں معراج کی رات میں جنت میں گیا، تو تم میرے آگے جنت میں چل رہے تھے، تو بتلاؤ! تم کیا عمل کرتے ہو جس کی وجہ سے تم کو یہ درجہ ملا، تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کواب میں فرمایا: میں کوئی عمل نہیں کرتا جو میرے نزدیک قرینِ عمل ہو، صرف اس کے کہ جب میں بے وضو ہوتا ہوں، تو تازہ وضو کر لیتا ہوں، اور دو رکعت تحیۃ الوضو ادا کرتا ہوں، تو آپ نے فرمایا: یہ اُسی کا ثمرہ ہے۔

تو دیکھیے! باوضو رہنا اور تحیۃ الوضو پڑھنا ایک مستحب طریقہ ہے؛ مگر اس کی برکت سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کتنا بڑا درجہ ملا، مگر ہم نے آج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب سنتوں معمولی سمجھ کر

ترک کر دیا ہے، اگر تھوڑا بہت عمل ہے تو صرف میٹھی سنتوں پر جو ہم کو بھاتی ہیں، اور اچھی لگتی ہیں، ان کو چھانٹ کر عمل کے لیے اختیار کر رکھی ہیں، مثلاً دوپہر کا قیلولہ اور آرام سنت ہے، خوشبو لگانا سنت ہے، اور سفید کپڑے پہننا اور گوشت کھانا اور مُیٹھی چیز کھانا سنت ہے، اور حضور ﷺ کو یہ پسند ہے؛ مگر سن لیجیے! جس ذاتِ مقدس کی سنت دوپہر کو آرام کرنا ہے، اُس مقدس ذات کی سنت رات کو تہجد پڑھنا بھی ہے۔

خوف خدا کی غایت:

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک رات ایک ہی آیت کی تلاوت میں صبح فرمادی، ساری رات اس آیت کی تلاوت کرتے رہے "اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ" اور جس ذاتِ اعلیٰ صفات کو گوشت، حلوہ اور دودھ پسند تھا اسی ذاتِ بابرکت نے غیروں ...... میں مال اُٹھا خود فاقے کیے، پیٹ پر پتھر بھی باندھے۔

ایسی فاقہ کشی:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں فقر و فاقہ کی شکایت کی، اور بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر باندھے ہوئے پتھر دکھلائے۔

اور جس ذات کی سنت سفید اور صاف کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا ہے، اُس ذات کی سنت کپڑے کو پیوند لگانا بھی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد ایک پیوند

والی چادر اور ایک موٹا گاڑھا تہبند نکال کر لوگوں کو دکھلایا اور فرمایا: ان کپڑوں میں شہنشاہِ کونین ﷺ نے وفات پائی ہے، مگر کہیں ہم نے میٹھی سنتوں کو اختیار کرلیا ہے، اور ان دوسری سنتوں کو یہ کہہ کر ترک کر دیا ہے کہ یہ کوئی ضروری سنتیں تھوڑی ہیں، کوئی فرض واجب تھوڑی ہیں۔

شفاعت سے محروم کون؟

اب میں اپنے مضمون کو طویل نہیں کرنا چاہتا، صرف ایک حدیث ترغیب کی اور ایک حدیث ترہیب کی سنائے دیتا ہوں، جسے حضور ﷺ کی سنت کی اہمیت پر کافی روشنی پڑتی ہے، "مَنْ تَرَکَ سُنَّتِیْ لَمْ یَنَلْ شَفَاعَتِیْ، وَلَمْ یَرِدْ عَلیٰ حَوْضِیْ" فرمایا ہے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کر دے گا، قیامت کے دن میری شفاعت سے محروم رہے گا، تو خیال کیجیے! کہ قیامت کے ہولناک دن میں جس کو خدا کے رسول ﷺ کی شفاعت میسر نہ ہو، اس کو کہاں پناہ اور ٹھکانا ملے گا۔

سو شہیدوں کے برابر ثواب:

یہ تو وعید کی حدیث تھی، اور وعدے کی حدیث سنیے! "مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فلَهٗ أَجْرُ مِاْۃِ شَهِيْدٍ" سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس زمانے میں بدعت و جہالت کا غلبہ ہوگا، اور لوگ میری سنت سے اعراض کریں گے، ایسے زمانے میں جو شخص میری سنت پر عمل کرے گا اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا، تو بتلائیے! اس سے

زیادہ اتباع سنت کی کیا اہمیت ہوسکتی ہے، بس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو سچے عاشق رسول اور آپ کی سنتوں کا پابند بنادیں، آمین ثم آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ: